منزلِ حق

مدون و مرتب: خاک پائے نقشبند اولیاء

باب اوّل

تصوف:

فہرست عنوانات

موضوع علم تصوف

تصوف کیا نہیں

علم تصوف کی تعریف اور غایت

تصوف کے متعلق مختلف نظریات

منکرینِ تصوف

قائلینِ تصوف

تصوف کا ثبوت

حدیث جبریلؑ

بعثت انبیا کا مقصد

دین میں تصوف بمنزلہء روح فی الجسد

تصوف کا حصول فرض عین

امام غزالیؒ کی رائے

تصوف اصل دین ہے

اہلسنت والجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے

تصوف تواتر سے بحث

حدیث احسان پر تفصیلی بحث

قربِ نوافل اور قربِ فرائض میں فرق

عرضِ حال

اسلامی تصوف کی حقیقت

حمدِ باری تعالیٰ

خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغِ فساں لا الٰہ الا اللہ
یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لا الٰہ الا اللہ
یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کے آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

نعت رسولِ مقبول ﷺ

تنم فرسودہ جاں پارہ　　ز ہجراں یارسول اللہ ﷺ

میرا جسم ناکارہ اور ٹکرے ٹکرے ہو چکا ہے　　آپ کی جدائی میں اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ

دلم پژمردہ آوارہ!　　ز عصیاں یارسول اللہ

میرا دل بھٹک چکا ہے دل کا پھول مرچکا ہے　　گناہوں کے بوجھ سے اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ

چوں سوئے من گزر آری　　من مسکین ناداری

کبھی خواب میں ہی اپنا جلوہ دکھادو　　اس عاجز مسکین اور غریب نادار سائل کو

فدائے نقشِ نعلنیت　　کنم جان یارسول اللہ

تو پھر میں آپ کے (نعلین کے) نقش پاک پر فدا　　ہو جاؤں گا یارسول اللہ

ز کردہ خویش حیرانم　　سیاہ شد روز عصیانم

میں نے جو کچھ کیا بہت حیران ہوں　　روز حساب میرا نامہ اعمال گناہوں سے سیاہ ہو گا

پشیمانم پشیمانم　　پشیماں یارسول اللہ

میں انتہائی پشیمان اور سخت شرمندہ ہوں　　پشیماں ہی پشیماں ہوں اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ

ز جام حب تو مستم　　بہ زنجیر تو دل بستم

آپ کی محبت میں میں مست ہوں　　آپ کے عشق کی زنجیر سے میرا دل بندھا ہوا ہے

نبی گوئم کہ من بستم　　سخن واں یارسول اللہ

میں عاجز اور مسکین کوئی دعویٰ نہیں کرتا　　ایک بہت بڑا شاعر ہوں اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ

چوں بازوئے شفاعت را　　کشائی بر گناہ گاروں

جب روز قیامت آپ اپنی شفاعت کا بازو　　دراز کر کے گناہگاروں کے سر پر پھیلا دیں گے

مکن محروم جامی را　　زرا آں یارسول اللہ

اس روز جامی کو محروم نہ کرنا　　اس جان جوکھوں کی نازک گھڑی میں یارسول اللہ

(مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ)

عرضِ حال

اعوذبا لله من الشیطن الرجیم ۔بسم الله الرحمٰن الرحیم۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم وعلےٰ اله واصحبه من تبعهم اجمعین۔

تصوف اور صوفیائے کرام کے متعلق عوام بلکہ علماء کے دلوں میں بھی کچھ شبہات پائے جاتے ہیں اور بعض اوقات وہ حضرات اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں کہ طریقت اور شریعت دو الگ چیزیں ہیں یا اسلامی تصوف عجمی سریت اور باطنیت کے مترادف ہے۔ یا یہ کہ تصوف تکلیفاتِ شرعیہ سے آذادی کا نام ہے۔ ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور عوام وخواص کی علمی تشفی کی خاطر اللہ رب العزت نے یہ رسالہ تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔

اگر چہ میری زندگی کا اکثر حصہ متکلمین کے نہج پر اسلام کی حقانیت کے اثبات اور فرق اطلہ کی تردید میں گزرا ہے۔ اور کلامی مباحث اور تصوف وسلوک میں بظاہر تغایر اور بُعد نظر آتا ہے لیکن احقاقِ حق کے علمِ کلام سے کام لینے اور تصوف کے ذریعے ایمان ویقین کی کیفیت پیدا کرنے میں فرق صرف دلیلِ سمعی اور دلیل ذوقی کا ہے۔ مگر با ایں ہمہ لوگ یہ سن کر حیران ضرور ہوتے ہیں کہ جسے کل تک ہم ایک مناظر اور مبلغِ اسلام کی حیثیت سے جانتے تھے آج تصوف، ذکر، حلقہ ذکر، تزکیہء نفوس اور منازل سلوک پر اظہارِ خیال ہی نہیں کر رہا بلکہ اپنا باطنی رشتہ صوفیائے کرام سے جوڑ رہا ہے۔

اسلامی تصوف کی حقیقت

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جسکی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ، نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

عہدِ رسالت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں تفسیر، اصول، فقہ، کلام وغیرہ کے نام اور اصطلاحات وضع نہ ہوئی تھیں ہر چند کی ان کے اصول وکلیات موجود تھے اور ان عنوانات کے تحت یہ شعبے بعد میں مدون ہوئے اسی طرح دین کا یہ اہم شعبہ بھی موجود تھا۔ کیونکہ تزکیہ باطن خود پیغمبر ﷺ کے فرائض میں شامل تھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی بھی اسی کا نمونہ تھی لیکن اس کی تدوین بھی دوسرے شعبوں کی طرح بعد میں ہوئی صحابیت کے شرف اور لقب کی موجودگی میں کسی علیحدہ اصطلاح کی ضرورت نہیں تھی۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے لیے متکلم، مفسر، محدث، فقیہ اور صوفی کے القاب استعمال نہیں کئے گئے۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دین کے اس شعبہ کی خدمت کی اور اس کے حامل اور متخصص قرار پائے۔ ان کی زندگیاں زہد واتقاء اور خلوص وسادگی کا عمدہ نمونہ تھیں۔ ان کی غذا بھی سادہ اور لباس بھی موٹا جھوٹا اکثر صوف وغیرہ کا ہوتا تھا۔ اس وجہ سے وہ لوگوں میں صوفی کے لقب یاد کیے گئے اور اس نسبت سے ان سے متعلقہ شعبہ دین کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا۔ قرآن حکیم میں اسے تقویٰ، تزکیہ اور خشیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں اسے "احسان" سے موسوم کیا گیا ہے اور اسے دین کا ماحصل قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل حدیث جبریلؑ میں موجود ہے۔ مختصر یہ کہ تصوف، احسان، سلوک اور اخلاص ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں

نبوت کے دو پہلو ہیں اور دونو یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ:

"لقد من الله علی المومنی------------"

"حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے جب کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ جو ان کو اس کی آئتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرنا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"

نبوت کے ظاہری پہلو کا تعلق تلاوت آیات اور تعلیم وتشریح کتاب سے ہے اور اس کے باطنی پہلو کا تعلق تزکیہ باطن سے ہے۔ جن نفوس قدسیہ کو فیضان نبوت کے ظاہری پہلو سے حصہ وافر ملا وہ مفسر، محدث، فقیہ اور مبلغ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور جنہیں اس کے ساتھ ہی فیضانِ نبوت کے باطنی پہلو سے بھی سرفراز فرمایا گیا ان میں سے بعض ابدالیت، قطبیت، غوثیت اور قیومیت وغیرہ کے مناسب پر فائز ہوئے مگر ان سب کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام بالکتاب والسنہ ہے یہی مدار نجات ہے۔ قبر سے حشر تک اتباعِ کتاب وسنت کے متعلق ہی سوال ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیائے کرام نے شیخ یا پیر کے لیے کتاب وسنت کا عالم اور عامل ہونا لازم قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا آئے مگر اس کی عملی زندگی کتاب وسنت کے خلاف ہے تو وہ ولی اللہ نہیں بلکہ جھوٹا ہے شعبدہ باز ہے کیونکہ تعلق مع اللہ کے لیے اتباعِ سنت لازمی ہے۔

"کما قال تعالیٰ قل ان کنتم تحبون-----------------"

"آپ فرما دیجئے کہ تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے"

اتباع سنت کا پورا پورا حق ان اللہ والوں نے ادا کیا جنھوں نے نبوت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کی اہمیت کو محسوس کیا اور ہمیشہ پیش نظر رکھا اور تبلیغ واشاعت دین کو تزکیۂ نفوس سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ تمام کمالات اور مناصب صرف حضور اکرم ﷺ کی اتباع کی بدولت ہی حاصل ہوتے ہیں اور تصوف کا اصل سرمایا اتباع سنت ہے۔

موضوع علم تصوف

کسی علم کے موضوع کا تعین اس کے عوارضات ذاتیہ کی بحث سے ہوتا ہے پس علم تصوف کا موضوع مکلفین کے احوال ہیں مگر مطلقاً احوال نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ کونسا فعل قربِ الٰہی کا سبب بنتا ہے اور کونسا فعل اللہ سے دوری کا موجب۔ جیسا کہ علم طب میں موضوع بدن انسانی ہے لیکن مطلقاً بدن نہیں بلکہ من حیث الصحۃ والمرض ہے۔

پس علم تصوف میں بھی احوال مکلفین کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قرب وبعد کی حیثیت سے بحث ہو گی۔

علم تصوف کی تعریف اور غایت

"ھوَعلم تعرف به---------------------------------"

"تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ ءنفوس اور تصفیہ ءاخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔ تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اسکی معرفت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ، تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اسکا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے"

تعریف، موضوع اور غایت کا بیان اس لئے کیا گیا ہے کہ ہر علم کی شان ان امور سہ گانہ سے واضح ہو جاتی ہے اور ہماری غرض یہ ہے کہ تصوف و سلوک کا دین اسلام میں جو مقام اور مرتبہ ہے وہ ظاہر ہو جائے اور کسی کے لیے اس امر کی گنجائش نہ رہے کہ محض اس احتمال سے یہ علم ظنی ہے وہ اسے قابل اعتنا نہ سمجھے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ دین کے دوسرے شعبوں میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کی حیثیت ظنی مسائل کی ہے۔ انہیں قبول کر لینا اور علمِ تصوف میں صرفِ ظنی کا احتمال پیدا کر کے اسے چھوڑ دینا اور اس عقیدے میں غلو کرنا علمی دیانت سے بعید ہے ایسا کرنا در حقیقت اربابِ تصوف یعنی اولیاء اللہ سے عداوت کرنے کے مترادف ہے جس کے لیے "من عادی لی ولیا فقد ادنتہ للحرب" کی وعید موجود ہے اس لیے تصوف کے معاندین اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ یہ مسلّہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا، اسے اس فن اور اہل فن پر تنقید کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں فلاسفہ جنھیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ ءکشف پر آتے ہیں تو انہیں اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر کوئی راستہ نہیں ملتا کہ" **هذا طور وراء طور العقل لا يدركه الا اصحاب قوة القد سيه**"

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پہ سجدہ کرنے کا، نہ چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے عام طور پر یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک چیز پر بھی تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کی خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

تصوف کے متعلق مختلف نظریات

منکرینِ تصوف

قائلینِ تصوف

تصوف کے متعلق مختلف نظریات

منکرین تصوف

تصوف کا انکار مختلف بہانوں اور الزامات کی آڑ میں کیا جاتا ہے۔ ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ تصوف بدعت ہے۔ بدعت کی بحث مناسب مقام پر آجائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ تصوف بدعت ہے یا سنت اور روحِ اسلام ہے۔ یہاں ہم اصولی طور پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ منکرینِ تصوف کی حیثیت نہ تا مجتہد کی ہے کہ ان کا انکار کسی کے لیے حجت ہو۔ اور نہ یہ علمائے حق اور صوفیہ محققین پر کسی قسم کی فوقیت رکھتے ہیں کہ انکی رائے کا احترام کیا جائے بلکہ بقول مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یہ منکرین تصوف چور، ڈاکو اور راہزن ہیں جو دین کا ایک اہم جزو دین سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک کروڑوں نفوس قدسیہ کو بدعتی کہنے کی بجائے یہ زیادہ قرین عقل وانصاف ہے کہ ان منکرینِ تصوف کو ہی بدعتی سمجھا جائے۔ ان کے انکار کی وجہ ان کی جہالت اور کم علمی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ایسے لوگ ہمیشہ ایسا کرتے آئے ہیں:

"الناس اعداء لما جهلوا كما قالالله تعالىٰ:بل كذبو ابمالم يحبطو ايعلمه"

"اگر یہ لوگ ارشاد ربانی کو پیش نظر رکھتے کہ:" **ولا تقف ما ليس لك به علم"**

تو ممکن ہے انہیں انکار کی جرات نہ ہوتی۔

قائلین تصوف

قائلین تصوف کے پھر دو گروہ ہیں ایک قلیل جماعت اعتقاداً تصوف کی قائل ہے اور عملاً بھی اسکی تصدیق کرتی ہے۔ در حقیقت یہی لوگ اہلِ حق ہیں اور "**قليل من عباد الشكور**" کے مصداق ہیں۔ ان کا وجود ہر زمانے میں رہا ہے اور نبوت کے اس شعبے کی برکات انہیں کے وسیلے سے دنیا میں پھیلتی رہی ہیں۔ ایک جماعت ایسی ہے جو بظاہر تو تصوف کی قائل ہے مگر عملاً اسکی منکر ہے ان کے نزدیک تصوف صرف کتب تصوف کا مطالعہ کر لینے، اولیا اللہ کی حکایات سن لینے، سر دھننے اور جھومنے تک محدود ہے۔ یہ لوگ اوّل تو کسی کسی عارف کامل مزکی و مصلح کی تلاش کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے جو عملاً سلوک سکھائے اور اتباع سنت پر زور دے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو تزکیہء باطن کا طریقہ سکھائے یا راہ سلوک طے کرائے تو اس پر یقین نہیں کرتے بلکہ اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے حالانکہ ان کی بے یقینی کی اصل وجہ ان کا

فکری اور عملی جمود ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ محنت نہ کرنی پڑے محض زبانی باتوں اور حکایتوں سے ہی سلوک طے ہو جائے یہ لوگ بھی دراصل تصوف اسلامی کے منکر ہیں۔ اس جماعت میں بعض اوقات اس نعرہ کی گونج بھی سنائی دیتی ہے "کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے" یہ نعرہ کیا ہے کتاب وسنت سے آزادی اور اتباع سنت سے فرار کی ایک راہ نکال لی ہے۔

حضرت امام یافعیؒ روض الریاحین میں علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

"انکار کرامات کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں ایک تو وہ جو مطلقاً منکر ہیں یہ مشہور اہل مذہب اور پرہیز گاری سے منحرف ہیں۔ دوسرے وہ جو اگلے لوگوں کی کرامات کے قائل ہیں۔ مگر اپنے زمانے کے اصحاب کرامات کے منکر ہیں یہ لوگ بقول سیدی ابوالحسن شاذلیؒ، بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی اس وقت تصدیق کی جب ان کو نہیں دیکھا اور محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اس کا باعث حسد وعداوت اور شقاوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ تیسرے وہ ہیں جو اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے زمانے کے لوگوں میں بھی خدا کے اولیاء ہیں لیکن کسی شخص معین کی تصدیق نہیں کرتے ایسے لوگ اولیاء اللہ کی رہنمائی سے محروم ہیں"

تصوف کا ثبوت

حدیث جبریلؑ

بعثت انبیا کا مقصد

دین میں تصوف بمنزلہء روح فی الحسد

تصوف کا حصول فرض عین

امام غزالیؒ کی رائے

تصوف اصل دین ہے

اہلسنت والجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے

تصوف تواتر سے بحث

حدیث احسان پر تفصیلی بحث

قربِ نوافل اور قربِ فرائض میں فرق

تصوّف کا ثبوت

حدیث جبرئیل علیہ السلام

کتب احادیث میں حدیث جبرئیل کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا ہے احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:

"قال اخبرنی عن الاحسان ----------------"

جبرئیلؑ نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتایئے رسولؐ خدا نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ! کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا" یہ جبرائیل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے"

اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے امام مالکؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔

"قال الامام مالک رحمۃاللہ-----------"

"امام مالکؒ نے فرمایا جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا۔ اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا"

"بدانکہ بنائے دین وکمال آن بر فقہ وکلام وتصوف است وایں حدیث شریف بیان این ہوسہ مقام کردہ اسلام اشارت باعتقادات کہ مسائل اصول کلام اند واحسان اشارت بہ اصل تصوف است کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ است وجمیع معانی تصوف کہ مشائخ طریقت باں اشارت کعدہ اندر اجع بہمیں معنی است وتصوف وکلام لازم یکدیگر اند کہ، ہیچ یکے بے دیگر وتمام نہ پزیروچرا کہ کلام بے تصوف وتصوف بے فقہ صورت نہ بندوزیرا کہ حکم الٰہی بے فقہ شناختہ نہ شود وفقہ بے تصوف تمام نشود وزیرا کہ عمل بے صدق توجہ تمام نہ پزیر دوہر دو بے ایمان صحیح نگر دو برمثال روح وجسد کہ ہیچ کدام بے دیگر وجود نگیر دو کمال پذیرو"

"خوب سمجھ لو کہ دین کی بنیاد اور اسکی تکمیل کا انحصار فقہ کلام اور تصوف پر ہے اور اس حدیث شریف میں ان تینوں کا بیان ہوا ہے۔ اسلام سے مراد فقہ ہے کیونکہ اس میں شریعت کے احکام اور اعمال کا بیان ہے اور ایمان سے مراد عقائد ہیں جو علم کلام کے مسائل ہیں اور احسان سے مراد اصل تصوف ہے جو صدق دل سے توجہ الی اللہ سے عبارت ہے مشائخ طریقت کے تمام ارشادات کا حاصل یہی احسان ہے تصوف اور کلام لازم وملزوم ہیں ۔ کیونکہ تسوف بغیر کلام کے اور فقہ بغیر تصوف کے کامل نہیں ہوتی کیونکہ کوئی عمل بغیر اخلاص نیت کے مقبول نہیں اور یہ دونوں ایمان کے بغیر بے کار ہیں۔ انکی مثال روح اور جسم کی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ناتمام رہتے ہیں"

فائدہ: تصوف جزودین ہے اور انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو پس انکار تصوف مستلزم ہوگا انکار دین کو۔ عالم جب تک تصوف وسلوک سے بے بہرہ ہے نہ صحیح معنوں میں وارث رسول ﷺ ہے نہ نائب رسول ﷺ کہلانے کا مستحق:

"ولا یکون الخلیفہالا-------------------"

خلیفہ رسول ﷺ صرف وہ شخص ہوگا جس نے دین کے تینوں شعبے جمع کیے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو یاد کیا ہو اور قوانین علم سلوک اور تربیت سالکین میں کوشش کی ہو۔

فائدہ:(1) العلماء ورثہ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے دین کے ان تینوں اجزا کو جمع کیا ہو کیونکہ:

فاتہ جبریل اتا کم یعلمکم دینکم ۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کی تعلیم کے لیے جبریلؑ کو بھیجا اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پہنچایا۔ وہ تین اجزاء اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب ہے جس میں سلوک جسے لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے بھی شامل ہے۔

(2) اگر یہ تسلیم کرلیں کہ سلوک بدعت ہے تو ماننا پڑے گا کہ دین مرکب بدعت سے ہے اور جب دین بدعت وغیرہ سے مرکب ہوا تو پورا دین بدعت ٹھہرا۔

بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصد

انبیاء علیہم السلام تین اغراض کو پورا کرنے کے لیے معبوث ہوتے رہے ہیں اول تصحیح عقائد، دوم تصحیح ایمان، سوم تصحیح اخلاص۔

حضرت شاولی اللہ محدثؒ فرماتے ہیں:

"وقد نکفل بفن الاول--------------"

"تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں اعمال کے تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے ہیں۔ اور فن خلوص واحسان کے کفیل صوفیا کرام ہوتے ہیں۔"

دین میں تصوف بمنزلہ روح فی الجسد

"والذی نفسی یدہ ھذہ -----------"

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ تیسرا فن مقاصد شرعیہ کے ماخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے اور تمام شریعت کے لئے اس فن کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لیے روح کی ہے ۔اور لفظ کے لئے معنی کی ہے"

فائدہ:۔(1) یہ اخلاص اور احسان سے موسوم کیا جاتا ہے۔اخلاص واحسان ساری شریعت کی روح ہے جس طرح روح کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح بدون اخلاص عقائد واعمال بے کار ہیں۔

(2)تصوف کے بغیر نہ شریعت زندہ رہ سکتی ہے نہ دین سلامت رہ سکتا ہے۔جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے وضاحت فرمادی ہے۔تصوف کا حصول فرض عین ہے۔قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ سورۃالتوبہ کی آیت ماکان للمومنین ان تسفرواکافه

کی تفسیر کے سلسلے میں تصوف کے مقام اور اہمیت کی وضاحت فرماتے ہیں:

"وان العلم الذی --------------"

"صوفیہ کرام جس کو لدنی کہتے ہیں اس کا حصول فرض عین ہے کیونکہ اس کا ثمرہ صفائی قلب ہے غیر اللہ کے شغل سے اور قلب کا مشغول ہونا ہے دوام حضور سے اور تزکیہ نفس ہے رزائل اخلاق سے جیسے عجب تکبر، حسد، حب دنیا، حب جاہ، عبادات میں سستی، شہوات نفسانی، ریا، سمعہ وغیرہ اور اسکا ثمرہ فضائل اخلاق سے متصف ہے جیسے توبہ منالمعاصی رضابالقضا، شکر نعمت اور مصیبت میں صبر وغیرہ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام امور مومن کے لیے اعضاء وجوارح کے گناہوں سے بھی ذیادہ شدت سے حرام ہیں اور نماز، روزہ اور زکوۃ سے زیادہ اہم فرائض ہیں کیونکہ ہر وہ عبادت جس میں خلوص نیت نہ ہو بے فائدہ ہے اور خلوص ہی کا نام تصوف ہے"۔

امام غزالیؒ کی رائے

"وکذالک یفترض---------"

"(جیسے باقی علوم فرض ہیں)اسی طرح علم سلوک بھی فرض ہے جو علم احوال قلب ہے جیسے توکل، خشیت، رضابالقضاء"

فائدہ:۔امام غزالیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ علم تصوف کا حصول فرض عین ہے۔

مولانا تھانویؒ نے بھی تعلیم تصوف کو فرض عین قرار دیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے احوال قلب کی تفصیل بیان فرما کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ۔

"فیلزمه ان یتعلم---------"

پس مومن کو لازم ہے کہ رزائل کے دفعیہ کے لیے علم اتنا حاصل کرے جتنا اپنے نفس کو اس کا محتاج سمجھے ان کا ازالہ فرض عین ہے۔

تصوف اصول دین سے ہے

تفسیر جمیل میں ہے

"والذین الذی لا یقبل التغیر--------"

"دین وہ چیز ہے جو تغیر و تبدل کو قبول نہیں کرتا وہ توحید اور اخلاص ہے جسے تمام انبیاء لے کر آئے"

فائدہ:۔

اس سے ثابت ہوا کہ تصوف اسلامی اصول دین سے ہے۔اور یہ عبارت ہے خلوص واحسان سے اور بغیر خلوص نہ توحید مقبول ہے نہ ایمان و عمل۔

اہل السنت والجماعت کا مدار شریعت و طریقت پر ہے

شاہ عبدلعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا گنتے ہیں"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منکرین تصوف اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں اہل سنت اور صوفیہ محققین نے تصوف اور عقیدہ تصوف کو کتاب وسنت سے وراثتہ پایا ہے اس میں سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ متفق رہے ہیں یہ صوفیا کرام کا اجتماعی مسلک ہے۔ہاں وقتاً فوقتاً جو خرابیاں اس میں پیدا ہوتی رہیں محققین ان کی اصلاح کرتے رہے۔

تصوف تواتر سے ثابت ہے

تصوف وسلوک تواتر سے ثابت ہے اور اتنی بڑی جماعت کا تواتر ہے جو علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خشیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ایسی اور اتنی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے۔

حدیث احسان پر تفصیلی بحث

"قال اخبرنی عن الا احسان-----------"

"الاحسان میں الف لام عہد ذہنی ہے جس میں اشارہ قرآنی آیات کی طرف ہے۔ جن میں لفظ احسان وارد ہوا ہے۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ مراد ان آیات سے وہ احسان ہے جو شامل ہے ایمان اور اسلام وغیرہ اعمال ظاہری، اخلاق اور احوال (صوفیہ) پر۔

اور فیض الباری: 149 "ان لاحسان بنقسم الی حال-----------"

احسان منقسم ہے حال صوفیہ اور علم پر۔ کیونکہ قلب سے حق کا مشاہدہ کرنا، گویا سالک نے آنکھوں سے دیکھا، یہ ایک حالت ہے جو اس صوفی سالک کی صفت قائمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالت علم نہیں۔

فیض الباری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ احسان یا تصوف وسلوک صرف علم کا نام نہیں۔ اس لئے اس علم کے پڑھ لینے سے آدمی عارف باللہ نہیں بن جائے گا۔ جیسے کسی شخص کو نماز، روزہ، حج کے مسائل کا علم ہو تو محض علم ہونے سے وہ نہ نمازی بن گیا نہ صائم نہ حاجی۔ یہ تو اعمال ہیں جن کا تعلق محض علم سے نہیں بلکہ کرنے سے ہے، اسی طرح تصوف وسلوک حال اور کیفیات ہیں۔ جو شیخ کے سینے سے نکل کر سالک کے قلب کو منور کرتی ہیں۔ ان احوال اور کیفیات کے لئے واضع نے کوئی الفاظ وضع نہیں کیے۔ کتب تصوف سے تصوف وسلوک کے متعلق علم کی حد تک رہنمائی تو مل سکتی ہے، لیکن وہ احوال و کیفیات جو اصل مطلوب ہیں وہ شیخ کامل کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر یہ کہے دیتا ہوں کہ جسے اپنے رب سے رشتہ جوڑنے اور تعلق باللہ قائم کرنے کی طلب ہو وہ اس عاجز کے پاس آجائے انشاء اللہ تعالیٰ اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم نہیں رہے گا۔

تصوف وسلوک کا انکار علم یا استدلال پر مبنی نہیں ہے بلکہ جہالت، ضد یا عناد پر مبنی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات تصوف وسلوک کی اصل اور بنیاد ہیں۔ محدثین نے آیاتِ احسان اس سلسلے میں بطور ثبوت پیش کی ہیں، ان کی تفصیل احادیث نبویؐ اور اقوال مشائخ میں ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے کلیات کے علاوہ جزئیات تک نصوص قرآنی اور آثار سے موئد ہیں، ہم بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ صوفیہ کے مختلف طریق اور سلسلے جن میں اشغال واعمال اور ان کے نتائج وثمرات کا ذکر ہے ان کے کلیات اور جزئیات تک کی تائید نصوص وآثار اور روایات سے ہوتی ہے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ اسلامی عقائد فقہی جزئیات، اعمال، اخلاق اور عبادات، اسلام کا قالب ہیں۔ مگر اس کا قلب اور روح اخلاص واحسان یعنی تصوف وسلوک ہے۔ مثلاً تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا یعنی اس عبادت کا قلب مجروح نہیں ہوتا اور قانون اور ضابطے کی رو سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر صحیح حدیث میں موجود ہے کہ روزہ کی روح غیبت سے نکل جاتی ہے ظاہر ہے جیسے جسد بے روح بے کار اسی طرح جس روزے سے روح نکل گئی؟ اس کی کیا حیثیت رہ گئی؟

یہ حقیقت تصوف سے ہی حاصل ہو سکتی ہے اس لئے مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے۔ مولوی قالب ہے، صوفی قلب ہے، مولوی جن اعمال کی سزا و جزا آخرت میں دیکھے گا، صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے مولوی جو چیزیں خواب میں دیکھتا ہے صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے اس لیے سوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے۔

"عن جا بر فی شان اھل----------"

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل جنت کے متعلق روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان پر تسبیح وتہلیل الہام کی جائے گی، جیسے سانس لینا تمہاری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے۔

صوفیہ کے ذکر کے پاس انفاس میں یہی حالت ہوتی ہے۔ جو اہل جنت کی بیان ہوئی ہے۔ یہی حدیث سانس سے ذکر کرنے کی اصل اور اسکا ثبوت بھی ہے۔ حدیث جبریلؑ میں حبس دم کی کیفیت پائی جاتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے اتنا بھینچا کہ بلغ منی الجھد حئی طننت انه لموت یعنی مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ میں نے اسے موت خیال کیا۔ یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب سانس رک جائے دم گھٹنے لگے، یہی حبس دم کے وقت کیفیت ہوتی ہے اور جب انوار تجلیات باری کی کثرت ہوتی ہے تو اس وقت ذاکر پر دباؤ پڑتا ہے اور سانس رکنے لگتی ہے حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"واعلم ان لفظ الاحسان شامل لجمیع -----------------"

احسان کا لفظ تمام نیکیوں پر مشتمل ہے خواہ اذکار ہوں یا اشغال صوفیہ۔ اذکار کا اطلاق اوراد مسنونہ پر ہوتا ہے۔ اور مشائخ صوفیاء نے جو ضربوں اور کیفیتوں کا ذکر کیا ہے انہیں اشغال کہتے ہیں اور نسبت اصطلاح صوفیاء میں ایک خاص قسم کے ربط کو کہا جاتا ہے جو خالقیت اور مخلوقیت سے جدا ہے اور جسے یہ ربط خاص حاصل ہو جائے اس کو صاحب نسبت کہتے ہیں اور تصوف میں چار مشہور سلسلے ہیں سہروردی، قادری، چشتی اور نقشبندی اور سلسلہ سہروردی ہمارے خاندان میں 10 پشتوں سے متصل چلا آرہا ہے۔ پھر جو اوامر ونواہی وعدے اور وعید نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں اسے شریعت کہتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا اور اس رنگ میں رنگا جانا طریقت کہلاتا ہے۔ اس وقت تمام اعمال ایمان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ سلف صالحین کی یہی حالت تھی مگر آج کل علم ہے عمل نہیں، ایمان ہے مگر اعضاء وجوارح سے اس کی تصدیق نہیں

، بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے پھر اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنا، اعلیٰ نصب العین تک پہنچنا اصل کامیابی ہے۔ اس کا نام حقیقت ہے۔ **لاتغایر ان کما ذعمالعوام۔**
اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت اور طریقت دو مختلف چیزیں نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔
الفاظ اور معنی کا تعلق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
"انی لست ممن باخزون الذین-------------------"
"میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو دین کو صرف الفاظ سے اخذ کرتے ہیں بلکہ میرے نزدیک الفاظ کے حقیقی معنی امت کا تواراث اور صورت ہے جو ائمہ نے اختیار کی ہے۔ کیونکہ وہی دین کے بادی اور نشان ہیں۔ ہمیں دین تو انہی کے ذریعے پہنچا، ہم اس بارے میں انہیں پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہم ان کے متعلق سوئے ظن سے بچتے ہیں۔"
بلاشبہ دین متین الفاظ کی شکل میں نقل ہو کر ہم تک پہنچا مگر ان الفاظ میں حقیقی معنی بتانے والی جماعت بھی ساتھ ساتھ نسلاً بعد نسلاً چلتی آئی۔ الفاظ دین کے معنی جو ان حضرات نے سمجھے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتے رہے۔ یہی تعامل اور تواراث جو دین کی روح ہے۔ اس پر حقیقی اعتماد ہی اصل دین ہے۔ اور یہی دین ایک طرف چار فقہی مذاہب میں اور دوسری طرف چار روحانی سلسلوں میں محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا ہے اہلسنت والجماعت کا مدار نبوت کے انہیں دو پہلوؤں پر ہے
اگر الفاظ کو معنی پہنانے کے سلسلے میں آزادی ہو تو وہ دین نہیں بلکہ نفس پرستی ہو گی۔ اس لیے جہاں تک منقول دین کے الفاظ کے معنی سمجھنے کا تعلق ہے اس کا انحصار تعامل امت اور عرف پر ہو گا۔
امت دین سے کیا مراد ہے عمدۃ القادری زیر حدیث:
"جبرئیل آئے کہ تمہیں دین سکھائیں یعنی تا کہ تم جان لو کہ عقائد دینیہ کیا ہیں۔ اعمال ظاہری اور اعمال قلبی کون کون سے ہیں" اور تحفہ القادری:
"دل الحدیث علی ان علومالدین ثلاثہ-------------------"
حدیث جبرئیلؑ تین علوم پر دلالت کرتی ہے۔ اول عقائد۔ یہ علم کلام ہے اور دوسرا حلال و حرام اور احکام کی معرفت یہ فقہ ہے تیسرا مکاشفات اور مراقبات کا علم ہے۔ یہ علم تصوف ہے اور تینوں کے مجموعے کا نام دین ہے۔ اور یہ احسان تصوف کی اصل ہے اور اس سے مراد صدق توجہ یا اخلاص ہے، مشائخ سے تصوف کے جتنے معنی منقول ہیں وہ اسی حقیقت کی طرف راجع ہیں۔ پس دین اسلام وتر ہوا تین رکعات پہلی رکعت ایمان ہے، دوسری اسلام اور تیسری احسان۔ اور یہ احسان وتر بنائے گا۔ فقط ایک رکعت احسان پر اقتصار کرنا درست نہ ہو گا جب تک ایمان اور اسلام کی دو رکعتیں ساتھ نہ ملائی جائیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حدیث جبرئیل کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ سنت کی اصل بنیاد ہے قاضی عیاض نے کہا کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام تمام وظائف عبادات ظاہری اور باطنی اور اعمال جوارح اور دل کے اخلاص سب پر مشتمل ہے۔ اور شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ اس ترجمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اصول و فروغ اعمال، ایمان، اسلام احسان، اخلاص، اخلاق سب دین کے اجزاء ہیں اور ہر قل روم والی حدیث میں بشاشۃ الایمان سے مراد یہی احسان ہے اور اس سلسلے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ جس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی اس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا اور ایمان کی لذت دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکی اس کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ وہ مرتد نہیں ہو گا اور جس نے یہ حقیقت نہیں پائی اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ایمان پر قائم رہے گا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مراقبہ فنافی اللہ اور بقاباللہ جب سالک کو راسخ ہو جائے تو وہ یقیناً ایمان پر مرتا ہے حدیث میں لفظ بشاشت آیا ہے امام صاحب نے اسی سے راسخ کی قید لگائی ہے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو از قبیل جوامع الکلم قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں پہلی صورت اشارہ ہے مقام مشاہدہ اور مکاشفہ کی طرف دوسری صورت اشارہ مقام مراقبہ کی طرف ہے گویا سالک کی دو حالتوں کی طرف اشارہ ہے بعض صوفیاء کو کشف ہو جاتا ہے وہ دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ تجلیات باری تعالیٰ ملائکہ اور ارواح وغیرہ کا۔ بعض کو کشف نہیں ہوتا وہ مشاہدہ نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود ان میں مراتب کا فرق نہیں ہو گا ۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام کی تاریخی حیثیت حدیث کی اہمیت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے جبرئیل علیہ السلام کا انسانی صورت میں آکر یہ کلام کرنا اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آچکے تھے گویا حضور ﷺ کی عمر کے آخری حصہ میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت دین اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی احکام نازل ہو چکے تھے۔ گویا ایک ہی مجلس میں دین کا خلاصہ جبرئیل علیہ السلام کی زبانی سنوا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کہلوا دیا کہ اتاکم یعلمکم دینکم گویا حدیث جبریل کا مقصد لتقریر جمیع امورالدین متفرقۃ فی مجلس واحد لتظبیطۃ یعنی مجلس واحد میں احکام دین کو منضبط اور پختہ کرنے کے لیے دین کا خلاصہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا کہ دین مرکب ہے تین امور سے جیسے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص نے دو رکعت پڑھ لی مگر تیسری چھوڑ دی تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ اسی طرح جب تصوف کو چھوڑ دیا تو دین کا تیسرا حصہ چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ تکمیل دین نہیں ہوتی۔ جہاں تک تصوف کا تعلق ہے لوگ دو قسم کے پائے جاتے ہیں اول جو تارک تصوف ہیں، ان کی حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی تارک صلوۃ ہو ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں، مگر جو منکر تصوف ہو اس نے تو دین کے تہائی حصہ کا انکار کر دیا۔ اور انکار جزء مستلزم ہے انکار کل کو، تو ایسے شخص کے متعلق اس کے بغیر کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ اسے ہدایت دے۔
شرح عقیدۃ السفارینی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:
"وحاصل ذالک ان الذین واحلہ کما اخبر-------"
اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دین اور اہل دین کے تین طبقے ہیں جیسا کہ خاتم النبیین اور امام المرسلین ﷺ خبر دی ہے۔ پہلا طبقہ لفظ اسلام سے دوسرا ایمان سے اور تیسرا احسان سے ظاہر ہے پس جو شخص درجہ اعلیٰ پر پہنچا وہ انتہائی بلندی کو پہنچ گیا۔ پس محسن مومن ہے اور مومن مسلم ہے اسی طرح قرآن مجید میں آچکا ہے اللہ نے امت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پھر وارث کر دیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کر لیا ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے نفس کے حق میں ظالم ہیں کچھ ہے جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں کچھ جو اللہ کی مدد سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے مسلم وہ جو واجبات ایمان کو قائم نہ کرے وہی اپنے نفس کے حق میں ظالم ہے اور مقتصد وہ ہے جس نے واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے پرہیز کیا یہ مطلق مومن ہے اور سابق بالخیرات محسن ہے جس نے اللہ کی عبادت کی گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو اسے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔
قرب نوافل:-
"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما تقرب الی عبدی "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے میرا بندہ فرائض کی پابندی سے جو قرب حاصل کرتا ہے اس جیسا اور کوئی قرب نہیں، پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اقرب حاصل کرنے میں کوشاں رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو جب میں اسے پسند کرلیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ گزشتہ صفحے پر لکھا جاچکا ہے اس کی تشریح فیض الباری میں حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

"ومر علیه الذهبی فی المیزان وقال لولا--------"

میزان الاعتدال میں جب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر پہنچے تو کہا کہ اگر صحیح بخاری کی ہیبت میرے دل پر نہ ہوتی تو اس حدیث کے متعلق میں یوں یوں کہتا شیخ انور فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! امام ذہبی نے علم منطق نہ پڑھا تھا، میں کہتا ہوں جب حدیث صحیح ہے تو چاہئے کہ بسر و چشم قبول کی جائے جب کوئی مسئلہ کسی کے فہم سے بالاتر ہو تو اس علم کے جاننے والوں کے سپرد کردینا چاہئے یہ نہیں کہ اس مسئلہ پر خود ہی جرح شروع کردے۔ بہرحال علمائے ظواہر نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ بندہ کے اعضاء جوارح اللہ کی رضا کے تابع ہوجاتے ہیں ان سے وہی حرکت ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہو اور اس کے تمام اعضاء کی انتہا اور غایت ذات باری تعالیٰ ہو تو یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ بندہ سنتا ہے تو خدا کے لیے دیکھتا ہے تو خدا کے لیے گویا اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان اور آنکھیں بن گیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ معنی لینا حدیث کے الفاظ سے پھر جانا ہے حدیث میں صیغہ متکلم استعمال ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو بندہ نوافل سے قرب الٰہی حاصل کرچکا ہو جسم اور صورت کے بغیر اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور اس میں تصرف کرنے والا رب العالمین ہی ہے یہ وہ مقام ہے جسکو صوفیا فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ یعنی خواہشات کے دواعی سے وہ شخص نکل جاتا ہے اور اس میں صرف اللہ کا تصرف رہ جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں موجود ہے کے جب آپ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس کے اندر سے آواز آئی برکت والی ہے وہ ذات جو آگ کے اندر ہے مگر سامنے آگ ہی تھی جب اللہ کی تجلی سے آگ ظاہر ہوئی تو آواز آئی "میں اللہ ہوں" تو اس میں غور کرو کہ حضرت موسیٰ نے کس طرح آگ میں کلام باری تعالیٰ سنا، کلام کرنے والا بظاہر وہ درخت ہے پھر کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردی گئی کیونکہ رب العالمین کے نور کی تجلی درخت میں ظاہر ہوئی تو وہ درخت معرفت الٰہی کا واسطہ بن گیا تو متجلی جفیہ (رب العالمین) کے حکم میں آگیا بات یہ تھی نور کا ظہور آگ میں ہوا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت آگ کی ضرورت تھی پھر فرمایا کہ اگر تم نے تجلی کے حقیقی معنی سمجھ لئے تو مثالوں اور صورتوں سے آگے بڑھ اور ترقی کرکے قرب الٰہی حاصل کر کیونکہ جب ایک درخت کے متعلق درست ہے کہ اس میں آواز آئے میں اللہ ہوں تو اللہ کے مقرب بندے کے لیے کیوں درست نہ ہو کہ رب العالمین اس کے کان آنکھ وغیرہ بن جائے جب بندہ صورت رحمٰن پر پیدا ہوا ہے تو اسے شجر موسیٰ علیہ السلام سے کم تو خیال نہ کرنا چاہئے۔ ان بحثوں پر پوری تحقیق سے غور کرنا چاہیے۔ یہ عقدے صرف علوم ظاہری سے نہیں کھل سکیں گے، جب تک علوم صوفیہ کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا کیونکہ ہر مردے ہر کارے یہ کام صوفیا ہی کا ہے اس بحث سے ایک عقدہ یہ کھلا کہ کلام الٰہی قدیم اور تجلی ذات باری قدیم، مگر حادث درخت میں ظاہر ہوئی اور وہ سنائی دی اسی طرح قرآن کریم کلام قدیم ہے غیر مخلوق ہے مگر اس کا ظہور حادث مخلوق کی زبان سے ہوتا ہے اسی طرح کلام باری تعالیٰ بطور کشف والہام ایک صوفی عارف کی زبان پر ظاہر ہونا بعید نہیں جبھی تو عارف رومی نے فرمایا

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حدیث کی شرح کی ابتدا میں جو شیخ انور نے سبحان اللہ کہہ کر بات ابہام میں رکھ دی اس کی تفصیل میزان الاعتدال میں یوں ملتی ہے

ولولا هیه الجامعه صحیح العدوته فی منکرات خالد بن مخلد

"اگر صحیح بخاری کی ہیبت میرے دل پر طاری نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو خالد بن مخلد کی منکرات میں شمار کرتا"

حافظ العصر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس قول کو بڑی خوبی سے رد کیا ہے اور شیخ انور نے یہ فیصلہ کن کہہ دی کہ ہر فن کی بات صاحب فن کے سپرد کرنی چاہیے وہی اس پر فیصلہ کن رائے دینے کا اہل ہوتا ہے۔ آدمی کو جس فن سے واقفیت نہ ہو اپنا بھرم رکھنے کے لیے خوامخواہ اس پر جرح شروع کردے۔

قرب فرائض اور قرب نوافل میں فرق:

فیض الباری وھھنا بحث

"وههنا بحث للصرفةٌ فی فضل-----------------"

یہاں قرب فرائض اور قرب نوافل کے سلسلے میں صوفیوں کے لئے بحث ہے۔ صوفیاء نے فرمایا کہ قرب فرائض میں بندہ اعضائے خدا تعالیٰ بنتا ہے اور قرب نوافل میں خدا تعالیٰ اعضائے بندہ بن جاتا ہے جب بندہ اپنے رب کا قرب اس درجے کا حاصل کرلیتا ہے تو رب کی طرف سے یہ اعلان کوئی انوکھا معلوم نہیں ہوتا

من عادی لی ولیا الخ

"وان قلل من عادی لی ولم ےقل ولیالی----------"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عادی لی" ولیا فرمایا" والیالی" نہیں فرمایا اس سے دشمنی کی شان ظاہر کرنا مقصود تھا کیونکہ دوسری صورت میں حقیقتاً یہ بات نہیں پائی جاتی۔ علامہ سیوطیؒ نے حدیث کی تفصیل کی راویوں غرض سے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام ہے القول" الجلی فی حدیث الولی "یہ رسالہ ہمارے کتب خانے میں موجود ہے اور الھادی للفتاوی میں علامہ نے اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف سے نقل کیا ہے مثلاً:

1:"عن ان الی بن مالک عن النبیﷺ---------"

2-"عن عائشه رضی الله عنها قالت قال رسولاللهﷺ-------"

3-"عن میمونه امالمومنین ان رسولاللهﷺ--------"

4-"عن ابن عباس قال قال رسول اللهﷺ--------"

5-"عن ابی امامة عن رسول اللہ ﷺ------"

ان احادیث سے حقیقت واضح ہوگئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت پیدا کریں اور ان سے دشمنی رکھنے کی جرات نہ کریں۔ چنانچہ آخری حدیث کے متعلق ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قارئد تفهمنا لتحقق المحبه للولی" ولی اللہ کی محبت اپنے دل میں ثابت کرنے کے لیے ہمیں سمجھایا گیا ہے پھر حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ملتی ہے "اسلئک حبک وحب من یحبک" یعنی اے خدا میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھے دوست رکھتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الذاکرین میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔

"وقدور فی السئة ذکر الاسباب--------"

اور حدیث میں ان اسباب کا ذکر ہے جن کو خدا کے بندے محبت الٰہی کا ذریعہ بناتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی محبت کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف مخلص بندے ہی خدا سے محبت رکھتے ہیں پس انکی محبت اطاعتوں میں ایک اطاعت ہے اور قرب الٰہی کی ایک صورت ہے ان روایات میں دو امور کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے ایک تعلق پرہیز و اجتناب سے ہے اور وہ ہے اولیاء اللہ کی دشمنی۔ اس سے اتنا ڈرایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی دشمنی حقیقت میں اللہ سے دشمنی ہے۔ دوسرے کا تعلق ایک کام کرنے کی تاکید سے ہے اور وہ ہے اولیاء اللہ سے محبت کرنا اور اسے اطاعت اور ذریعے قرب قرار دیا گیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اللہ والوں سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کا سلیقہ سکھاتے ہیں ان حضرات کے پاس ایک ہی مجرب نسخہ ہے کہ وہ بندے کو اللہ کا ذکر کرنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان کی صحبت میں رہ کر جب ذکر کیا جاتا ہے تو لازماً اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ بخاری اور مسلم میں اس اجتماعی ذکر کے فوائد اور نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔

"لا یقعد قوم بذکرمن اللہ الا--------"

جب کچھ لوگ مل کر ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں تو ملائکہ انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے۔ اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔ اس حدیث صحیح سے ذکر الٰہی اور اولیاء اللہ کی صحبت کا اثر واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی صرف صحبت سے ہی اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ انسان بدبخت ہو کر نہیں مرتا۔

فیض الباری شرح بخاری میں حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"الا جفتهم الملائکه با جنحنهم وفی---------"

ملائکہ اپنے پروں سے ان پر سایہ کرلیتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ ملائکہ انکا یوں احاطہ کرلیتے ہیں جیسے چاند کے گرد ہالہ، اور جان لو کہ اللہ کا ذکر، ذاکرین کے گرد دائرے کی طرح پھیل جاتا ہے جیسے تو پانی میں پتھر پھینکے تو دیکھتا ہے کہ لہریں ارد گرد موجیں مارنے لگتی ہیں، اور لہروں کا پھیلاؤ پتھر پھینکنے والے کی قوت کے متناسب ہوگا جس طرح پتھر پھینکنے سے پانی متحرک ہو جاتا ہے تو وہ حرکت پانی میں دور تک پہنچ جاتی ہے اسی طرح جو چیزیں دائرہ ذکر میں آتی ہیں وہ سب متاثر ہوتی ہیں اور ذاکر بن جاتی ہیں، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ ذکر کرنے بیٹھے دیکھا کہ ارد گرد کی تمام چیزیں ذکر کرنے لگی ہیں، حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ان کے ذکر کا اثر پوری زمین میں پھیل چکا ہے اور ہر چیز ذکر میں ان کی موافقت کر رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے یہ وہ جماعت ہے کہ جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا کا مطلب یہی ہے کیونکہ ذاکرین میں بیٹھنا ان میں شامل ہو جانا ہے، اس میں راز یہ ہے کہ اللہ کا ذکر زندگی ہے جس چیز تک پہنچتا ہے اسے زندہ کر دیتا ہے اور ذاکر کی آواز کے مطابق یہ دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے کہ سارا ماحول زندہ ہو جاتا ہے اور ذاکر بن جاتا ہے اگر تجھے اس حقیقت کا احساس ہو جائے تو داؤد علیہ السلام کے ساتھ جبال وطیور کی تسبیح کا راز معلوم ہو جائے کہ آپ جب ذکر کرتے تو ماحول ذاکر بن جاتا جیسا کہ قرآن حکیم بتاتا ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے حلقہ ذکر میں داخل ہو جاتی تھی اور چونکہ آپ نبی تھے، اس لیے ان کے ذکر کی قوت بھی ان کے منصب کے متناسب تھی تمام اشیاء ان کے ذکر سے متاثر ہوتی تھیں، جو دوسروں کی شان سے بلند ہے:

شجر و حجر اور جبال وطیور کے ذکر کرنے کا ثبوت واضح طور پر حدیث میں موجود ہے چنانچہ ابن ماجہ باب الحج، ترمذی باب الحج اور بخاری شریف باب الاذان میں ہے:

"عن سهل بن سعد مر فو عا-------"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان تلبیہ کرتا ہے تو اس کے دائیں بائیں کے تمام پتھر درخت ڈھیلے تک تلبیہ کہتے ہیں۔ مشرق اور مغرب تک تمام تلبیہ کہتے ہیں۔ اور بخاری میں اذان کے سلسلے میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنوں اور انسانوں اور دوسری مخلوق میں سے میں جو بھی اذان کی آواز سنتا ہے وہ مؤذن کے حق قیامت کے دن میں گواہی دے گا۔ شرح حدیث سے واضح ہوا کہ شیخ کی توجہ کے اثرات سارے ماحول میں پھیل جاتے ہیں، خلقہء ذکر کے دوران شاگردوں کا شیخ کے قریب یا دور بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ ذاکر جب ذکر میں بیٹھتا ہے تو اثر ذکر سے سارا ماحول زندہ ہو جاتا ہے اور تمام چیزیں ذاکر بن جاتی ہیں اس حدیث میں ضمناً ایک اور فائدہ بھی اٹھاتے جائیں جو لوگ سماع موتی کے منکر ہیں وہ ذرا آنکھیں کھولیں اور اس پر غور کریں کہ جب مٹی، شجر، حجر غرض تمام چیزیں تلبیہ اور اذان کی آواز سنتی ہیں تو وفات کے بعد ریزہ ریزہ اور مٹی ہو جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جب مٹی سنتی ہے تو جس آدمی کا جسم مٹی ہو گیا ہے وہ کیوں نہ سنے گا؟ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ جب میت کے اجزاء بکھر گئے، مٹی میں مل گئے، یا پانی میں گھل گئے یا ہوا میں اڑ گئے تو اس وقت اجزاء نے جو صورت اختیار کی اس کی خصوصیت کے مطابق ذکر و تسبیح کرے گا یا میت کے اجزاء کی مناسبت سے ذکر کرے گا، اس اختلاف کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب مٹی پتھر، شجر حجر میں فہم و ادراک موجود ہے تو میت مٹی بن کر بھی شعور و ادراک اور فہم سے محروم نہیں رہ سکتی۔ ورنہ غیر ذی شعور اور غیر ذی فہم سے ذکر و تسبیح کرنے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ صفحات میں جو روایات اور ان کی شرح بیان ہوئی ہے اس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ اولیاء اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرّب ذریعہ ہے۔

2۔ اولیاء اللہ کے پاس کامیاب نسخہ ذکر الٰہی کی تلقین اور اس کا سلیقہ سکھانا ہے۔

3۔ ذکر الٰہی کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی بدبخت ہو کر نہیں مرتا۔

4 ۔ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے علیہ ایک روز فرمایا تھا اولیاء اللہ دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پر ہی ہیں۔

5- فرائض راس المال ترقی ہمیشہ نوافل سے ہوتی ہے مگر جس کے پورے نہیں کے نوافل کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

6۔ ان احادیث سے فنافی اللہ اور بقاباللہ کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

7۔ منکرین کشف والہام کو سوچنا چاہیے کہ کیا امت محمد یہ شجر موسوی سے بھی گئی گزری ہے۔

8۔ اس حدیث سے اجتماعی حلقہ ذکر کا ثبوت بھی مل گیا۔

9۔ ذاکرین صوفیہ محل نزول انوار وتجلیات باری ہے۔